جزیہ: (مفہوم صغار کا جائزہ)

* ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی

اسلام نے جزیہ کو وسیلۂ تذلیل کے طور پر نہیں بلکہ اصلاح حال اور رحمت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ دراصل یہ بنی نوع انسان کی خدمت اور حفاظت کی خاطر کیے گئے ان اقدام کا حصہ ہے جن سے دیگر مذاہب کے لوگ استفادہ کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے معاشرے اور اسلامی سلطنت میں امن و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

بعض معاصر مصنفین نے غیر مسلموں کے لیے جزیہ کی ادائیگی کو دوسری نظر سے دیکھا اور جزیہ کو ان (غیر مسلموں) کے لئے تذلیل و سزا کا باعث قرار دیا ہے۔ انہوں نے قرآن کی آیت ﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ﴾(1) میں مسئلہ صغار کو موضوع خاص بنایا اور بعض فقہاء کے اصل انداز فکر کی بجائے ان کی آراء کے کسی حصہ کو لے کر غلط نتائج اخذ کیے۔ بعض دیگر علماء نے مسئلہ صغار میں یہ تشریح کی کہ یہ حالات کے ساتھ مطابقت کے حوالہ سے ہے اور دراصل یہ اُن غیر مسلموں کے لیے مخصوص رویہ اور سزا ہے جو کہ مسلمانوں کے خلاف ہمہ وقت سازش میں مصروف عمل ہوں جارح و جنگجو ہوں اور اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا کہ: ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ﴾ (2) ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں''۔ اور ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً﴾ (3) ''اور مشرکین سے تم سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں''۔

اس تعبیر و تشریح سے انکار نہیں لیکن جزیہ کو اہل ذمہ کی اہانت اور ذلت کا باعث سمجھنا بھی درست نہیں نیز یہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ حدیث و سیرت، کلیہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

تصور بھی درست نہیں کہ یہ ذلت واہانت ان کے لیے اسلام کی طرف راغب ہونے کا سبب بنے گی اس لیے کہ اسلام کی طرف دعوت کے اسلوب کی اساس قرآن مجید کی آیت ﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ﴾(4) ہے نہ کہ اہانت وذلت کے ذریعہ مجبور کرنے پر۔

جزیہ کی مشروعیت سے (اسلام کا) مقصود حصول مال نہیں بلکہ اچھے طریقوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے کیونکہ اس جزیہ کے بدلہ میں تو ان سے جنگ ترک کر دی جاتی ہے تا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان رہیں دین اسلام کی خوبیوں سے آشنا ہوں، اسے وعظ ونصیحت سننے کا موقع ملے شاید کہ وہ اسلام لے آئے۔

مسئلہ صغار کا، اصل مآخذ قرآن وسنت اور اس کے عملی مظاہر یعنی سیرت طیبہ وآثار صحابہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور جمہور فقہاء کے اصل انداز فکر کو دیکھا جائے تو یہ اشکال سرے سے رفع ہو جاتا ہے اور واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جزیہ غیر مسلموں کو آزار پہنچانے اور ان کی تذلیل کے لیے نہیں بلکہ ان کی حفاظت وتکریم کا ایک ذریعہ ہے۔

ذیل کے صفحات میں آیت جزیہ سے متعلق قرآن وسنت اور آثار صحابہ اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے تا کہ مذکورہ بالا شبہات کو رفع کیا جا سکے۔

جزیہ کا معنی ومفہوم

عربی لغت میں جزیہ کا مادہ ج۔ز۔ی ہے جس میں کفایت کر جانے، پورا کر لینے، کافی ہو جانے اور بدلہ وغیرہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ عربوں میں جزی یجزی جزیۃ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی آدمی اپنی طرف سپرد کیئے گئے کام کو بخوبی ادا کر دے چنانچہ لفظ ''جزیہ'' کا مفہوم عربی وزن ''فعلۃ'' پر مجازات کے معنی میں ہے یعنی جو امن وامان انہیں فراہم کیا گیا اس کے بدلہ میں انہوں نے کفایت کی اور بدلہ دیا(5)۔

ابن المطرز کا کہنا ہے کہ:

((ھی من الاجزاء "لأنھا تجزئ عن الذمی))(6)۔

''جزیہ'' عربی لفظ ''اجزاء'' سے ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ مبلغ ذمی کی طرف سے کافی ہوگی''

ماوردی لکھتے ہیں۔

((اسمها مشتق من الجزاء،إمّا جزاءً علی کفرهم لا خذها منهم صغارا وإمّا جزاً علی أماننا لهم، لأخذها منهم رفقا)) (7)۔

''اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ یہ جزا ہے ان کے کفر پر باقی رہنے کی کہ جوان سے بطور صغار لی جاتی ہے۔ یا یہ بدلہ ہے ہماری (اسلامی) حکومت کی اس امان کا جو ہم انہیں فراہم کر تے ہیں اور یہ بدلہ جو کہ ان سے سہولت کے ساتھ وصول کیا جا تا ہے''۔

ابن قدامہ کے بقول:

((وهی فعلة من جزی یجزی اذا قضی، قال الله تعالی "واتقوا شی
"لا تجزی نفس عن نفس شیئا ")) (8)۔

''لفظ جزیہ جزا سے ہے جس کے معنی بدلہ دینے کے ہیں، قرآن میں ہے کوئی نفس
دوسرے کا فدیہ نہ دے گا، اس اعتبار سے جزیہ فدیہ کے معنوں میں ہے۔''

قبل از اسلام جزیہ کا تصور

مخصوص حالات میں دوسری اقوام کو اپنی عملداری میں داخل کرنا اور ان سے جزیہ لینے کا تصو
سے شروع نہیں ہوا بلکہ امر واقع یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں ہر غالب قوم نے مغلوب قوم سے خراج
کیا۔ عہد نامہ جدید میں اس خراج کا ذکر یوں ہے:

''حضرت مسیح نے سمعان سے پوچھا، سمعان تمہیں معلوم ہے کہ زمین کے بادشاہ خراج و
کرتے ہیں؟ اپنوں سے لیتے ہیں یا غیر اقوام سے۔ پطرس نے جواب دیا۔ غیروں سے'' (9)۔ اسی ط
علہیم السلام نے بھی جب ظالم اقوام پر غلبہ پایا تو مغلوب قوم سے نہ صرف جزیہ لیا گیا بلکہ انہیں غلام بن
حضرت یشوع نے کنعانیوں پر جب غلبہ حاصل کیا تو ان لوگوں کو غلام بنایا اور جزیہ بھی لیا (10)۔

قسطنطین کے قوانین میں بھی خراج کا ذکر ملتا ہے لیکانیٹس کی ایک عبارت میں بتایا گیا ہے کہ: ''محصول سر
بچوں، بوڑھوں، بیماروں وراپاہجوں سے بھی ناجائز طریق پر وصول کیا جا تا تھا (11)۔

مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ:

''نوشیروان کے دور میں لوگوں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ جزیہ صرف ذمیوں کی حفاظت کا معاوضہ ہے اسی طرح عرب میں بھی اس کی صورتیں رائج تھیں (12)

وجوب جزیہ:

م کے برعکس اسلام نے مفتوحین کے ساتھ ذلت اور ناانصافی کا سلوک نہیں کیا بلکہ انہیں اپنی شہری
افت میں آزادی کے ساتھ بود وباش کا حقدار بنایا چنانچہ جزیہ کو ایسے عقد کے طور پر رکھا جس
اقوام کے مابین ایک پختہ معاہدہ قرار پاتا ہے کہ مفتوح قوم ایک مخصوص رقم کے عوض اُن
ائے گی اور تمام معاشرتی سہولتوں کی تکمیل میں آزاد ہوگی۔ چنانچہ ذمہ کی اصطلاح سے ہی
اب ہر قسم کا نقص عہد حرام ہے اور ان کے ساتھ وفا وحفاظت کا ذمہ ہے۔ دوسری طرف
کے لئے ہے جو کہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنے کے اہل ہیں یعنی جو مقاتلین نہیں ان
چنانچہ اخذ جزیہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ
وْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ
وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾(13)۔

ں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے
رام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے
تاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

بت سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ ہر عاقل بالغ مرد پر واجب ہے۔ مقاتلہ (از باب مفاعلہ) کا لفظ
ل قتال میں سے ہونے کو بیان کرتا ہے اس لیے شرعی مفہوم میں غیر اہل قتال وجوب جزیہ کے حکم میں
ل نہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کئی مواقع پر صحابہ کرامؓ کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے
(14) حضرت عمرؓ سے بھی بچوں اور عورتوں سے جزیہ نہ لینا ثابت ہے۔ آپؓ نے اپنے فوجی سالاروں کو لکھا کہ:

((ان يقاتلوا فی سبيل الله ولا يقاتلوا الامن قاتلهم ولا يقتلوا النسآء ولا الصبيان ولا يقتلوا الا من جرت عليه الموسیٰ...... و ان يضربوا الجزية ولا يضربوها على النساء ولا الصبيان ولا يضربوها الا على من جرت عليه الموسیٰ)) (15)۔

''کہ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کریں اور صرف اس کو قتل کریں جو بالغ ہو، نیز ذمیوں پر جزیہ عائد کریں لیکن عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہ لگائیں اور صرف ان لوگوں پر جزیہ لگایا جائے جو بالغ ہوں''۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جزیہ صرف ان بالغ آزاد مردوں سے لیا جائے گا جو کہ لڑائی کے قابل ہوں۔عورتیں، بچے، غلام، مجنون اور بوڑھے اس سے مستثنیٰ قرار پائیں گے (16)

آیت جزیہ......بعض شبہات کا ازالہ

آیت جزیہ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾(17) میں ''عن ید''اور''وھم صاغرون'' کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے بعض مفسرین اور فقہاء نے ایسی آراء پیش کی ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ ایک سزا ہے، نیز جزیہ لیتے وقت ذمیوں سے اہانت کا سلوک کرنا چاہیے۔ حالانکہ یہ تصور درست نہیں، اسلام اپنے بنیادی اصول و ضوابط کی روشنی میں اس تصور کو رد کرتا ہے نیز اکثر فقہاء و مفسرین نے آیت جزیہ کی جو شرحیں ذکر کی ہیں ان میں ذمیوں کی اہانت کا کوئی تصور موجود نہیں۔

مختلف مفسرین کے نزدیک ''عن ید'' سے مراد یہ ہے کہ:

① نقد ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں دینا۔

② وہ جزیہ لے کر خود چلتے ہوئے آئیں۔

③ جزیہ ادا کرنے والے جزیہ کھڑے ہو کر دیں اور لینے والا بیٹھ کر وصول کرے (18)۔

④ ادائیگی جزیہ کی قدرت ہو، لہٰذا جو عاجز ہوگا اور جسے قدرت نہ ہوگی اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا (19)۔

''وھم صاغرون'' کا مفہوم

''الصغر'' یہ الکبر کی ضد ہے دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مقابلہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ الفاظ کبھی قدر و منزلت کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور کبھی حجم میں بڑے اور چھوٹے ہونے کے معنی دیتے ہیں (20)۔

قرآن مجید کی کئی آیات میں یہ مفاہیم موجود ہیں مثلاً:

﴿ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَر ﴾(21)۔

''اور ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے''

﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴾(22)۔

''جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے کے باقی ہی نہیں چھوڑا''

﴿ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ ﴾(23)۔

''اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی''

﴿ سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾(24)۔

''عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ہے اللہ کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی''۔

مفسرین و فقہاء کے نزدیک صغار کا مفہوم

مختلف مفسرین و فقہاء کے نزدیک صغار سے مراد یہ ہے۔

⊙ ذمی جزیہ کی ادائیگی بایں طور کرے کہ وہ کھڑا ہو۔

⊙ جزیہ لینے والا چل کر آئے (سواری پر نہ ہو) اور اس سے جزیہ لیتے وقت نرمی نہ کی جائے۔

⊙ ان کا احترام نہ ہو رہا ہو۔

⊙ ادائیگی جزیہ کے وقت ان کی تعریف نہ کی جائے (25)۔

⊙ حنابلہ کے نزدیک ''صغار'' سے مراد یہ ہے کہ:

((جريان احكام الاسلام عليهم)) (26)۔

''یعنی اس پر اسلامی ریاست کے قوانین لاگو ہوں گے''۔

⊙ ابن قیم کے نزدیک صغار سے مراد ذمیوں پر قوانین کا جاری ہونا ہے (27)۔

تفسیر المراغی کے مطابق: ''اس سے مراد ان (اہل ذمہ) کا اسلامی احکام اور اس کی بالادستی کو زیر دست ہو کر قبول کرنا ہے۔

((المراد به هناالخضوع لاحكام الاسلام وسيادته التى بها تصغر انفسهم لديهم)) (28)۔

فتح العزیز میں ہے:

((والصغار فى أصح الأقوال فى التفسير الأصحاب، التزام أحكام الاسلام و جريان حكمه عليهم)) (29)۔

''مفسرین کے ہاں صغار کی تفسیر میں صحیح قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان (اہل جزیہ) پر دارالاسلام کے قوانین کی پاسداری کرنا اور ان قوانین کی عملداری میں آنا ہے''۔

صغار کے مندرجہ بالا مفاہیم کی روشنی میں دو مختلف باتیں سامنے آتی ہیں۔

(ا) صغار سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلم ذمیوں سے جزیہ وصول کرتے وقت ان کا احترام نہ کیا جائے بلکہ ایسے طریقے سے جزیہ وصول کیا جائے جس میں ان کا کمتر ہونا ظاہر ہو۔

(ب) صغار سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلم (ذمیوں) پر اسلامی قوانین واحکام لاگو ہوں گے۔

ہمارے خیال میں دوسرا مفہوم ہی صغار کی راجح شرح ہے اور جمہور مفسرین وفقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ابن القیم کا قول بہت اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے مفہوم کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وھذا کلہ مما لا دلیل علیہ ولا ھو مقتضی الآیۃ ولا نقل عن رسول اللہ ﷺ ولا عن الصحابۃ انھم فعلوا ذلک))(30)۔

''یہ ایک ایسی رائے ہے جس کی کوئی دلیل موجود نہیں، یہ مفہوم نہ ہی قرآنی آیت کا مقتضی ہے نہ اس کو آنحضرت ﷺ سے نقل کیا گیا ہے اور نہ ہی صحابہ سے متعلق یہ بات موجود ہے کہ انہوں نے کبھی ایسا کیا ہو''

یہ رائے نقل کرنے کے بعد وہ مفہوم ثانی کی تائید میں فرماتے ہیں:

((والصواب فی الآیۃ ان الصغار ھو التزامھم لجریان احکام الملۃ علیھم واعطاء الجزیۃ فان التزام ذلک ھو الصغار))(31)۔

''صحیح بات یہ ہے کہ صغار اسلامی ریاست کے قوانین کے لاگو ہونے کا نام ہے' نیز صغار سے مراد ان کا ٹیکس کی ادائیگی کی پابندی کرنا ہے''

شرح السیر الکبیر میں بعینہ یہی مفہوم نقل کیا گیا ہے:

((والصواب ان الصغار ھو التزامھم بجریان احکا م الملۃ واعطاؤھم الجزیۃ فان الالتزام بذلک ھو الصغار)) (32)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک صغار سے مراد یہ ہے کہ ان (ذمیوں) پر معاملات کے باب میں اسلامی احکام وقوانین لاگو ہوں گے یعنی ان کے ذمہ، دارالاسلام کے قوانین کی پابندی ضروری ہوگی (33)۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ:

((وسمعت عددا من اھل العلم یقولون الصغار أن یجری علیھم حکم الاسلا م))(34)۔

''میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ صغار کے معنی اہل ذمہ پر قوانین کے جاری ہونے کے ہیں''۔

المبسوط میں ہے:

”المقصود من الجزية ليس هو المال، بل الدعاء الى الدين بأحسن الوجوه، لأنه بعقد الذمة يترك القتال أصلا، ولا يقاتل من لايقاتل ثم يسكن بين المسلمين فيرى محاسن الدين ويعظه واعظ فربما يسلم“ (35)

امام شافعیؒ اہل جزیہ کی اہانت کے تصور کو یکسر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وإذا اخذ منهم الجزية اخذها باجمال ولم يضرب منهم احد ا ولم ينله بقول قبيح والصغار ان يجرى عليهم الحكم لا ان يضربوا ويؤذوا)) (36)

”اہلِ ذمہ سے جزیہ کی وصولی درست طریقہ پر ہوگی نہ تو انہیں مار پیٹ کی جائے گی نہ کوئی درشت کلامی ان سے کی جائے اور صغار کا مفہوم بس اتنا ہی ہے کہ ان پر قانون لاگو ہوتا ہے نہ کہ انہیں مارا جائے یا اذیت دی جائے“

مذکورہ بالا بحث کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ صغار کے معنی و مفہوم کے سلسلہ میں یہ رائے مرجوح ہے کہ ذمیوں کی توہین کی جائے اور انہیں حقیر سمجھا جائے۔

اہل جزیہ کی اہانت کا تصور: نظائر نبوی سے استفادہ

”صغار“ کے ذیل میں کی گئی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں جزیہ دینے والوں کی ذلت مقصود نہیں۔ یہاں ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور عملی نظائر نبوی سے اس بات کو واضح کریں گے کہ ذمی کی تذلیل و اہانت کو جائز نہیں کیا گیا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اہل جزیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (37)۔

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

آیت میں ''قسط'' کے ساتھ لفظ ''تبروھم'' آیا ہے جو کہ اعلی درجہ کے حسن سلوک کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر قرآن میں والدین کے لیے کیا گیا ہے (38) اور رسول اکرم ﷺ کی حدیث میں اس کو اخلاق کا اعلی درجہ قرار دیا گیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے: ((البر حسن الحلق))(39)۔

اہل ذمہ سے حسن سلوک کے حکم کے ساتھ ساتھ دیگر کئی ایسی روایات ہیں جن میں اُن کے ساتھ ظلم وزیادتی سے باز رکھا گیا ہے چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

((من آذی ذمیا فانا خصمه ومن کنت خصمه خصمته یو م القیامة))(40)

''جس نے کسی ذمی کو تکلیف دی تو میں روز قیامت اس کا مقابل ہوں گا اور جس کا مقابل میں ہوا اُسے زیر کروں گا''۔

((الامن ظلم معاهدا اوانتقصه او کلفه فوق طاقته فانا حجیجه یوم القیامة))(41)۔

''جس نے کسی عہد والے پر ظلم کیا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو میں قیامت کے دن اس (مظلوم) کا وکیل ہوں گا''۔

کتب سیرت وتاریخ میں اہل جزیہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کئی معاہدات ومکاتیب مذکور ہیں جن سے اہل جزیہ کے ساتھ حسن معاملت کا پتہ چلتا ہے مثلاً آپ ﷺ نے اہل نجران کو لکھا کہ:

''نجران اور اس کے ہمسایہ وحلیفوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ وامان ہوگا اس بات پر کہ ان کے مال وجان مذہب ان کے غیر موجود وموجود افراد اور ان کی عبادت گاہیں نیز جو کچھ تھوڑا یا بہت ان کے دست تصرف میں ہے وہ محفوظ رہے گا۔ کسی اسقف کو اس کے عہدہ سے تبدیل نہیں کیا جاسکے گا اور نہ کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے ہٹایا جائے گا اور نہ کسی کاہن کو اس کی کہانت سے ہٹایا جائے گا اور ان پر کسی قسم کی ذلت نہیں طاری کی جائے گی''(42)۔

اہل جزیہ کے ساتھ نرمی ورعایت ...... آثار صحابہؓ

اہل جزیہ کے ساتھ حسن معاملہ واحسان کا جو سلوک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اس عمل کو اپنے ادوار میں جاری وساری رکھا چنانچہ حضرت عمرؓ جزیہ لینے کے لیے ذمیوں کی اہانت اور انہیں تکلیف دینے سے منع فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ شام کے کسی علاقے میں آپؓ نے کچھ لوگوں کو تکلیف وایذاء میں مبتلا دیکھا تو فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں کیا گیا؟ جواب میں کہا گیا کہ یہ لوگ جزیہ نہیں ادا کرتے اس لیے انہیں سزادی جارہی ہے۔ آپؓ نے مزید استفسار فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہیں اور عدم ادائیگی کا کیا عذر پیش کرتے ہیں؟ جواب میں کہا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جزیہ دینے کے لیے کچھ نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم لوگوں کو عذاب نہیں دیتے۔ جو افراد دنیا میں لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اللہ انہیں قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا'' (43)۔

حضرت عمرؓ، خاندان تغلب کے عیسائیوں سے جزیہ لینا چاہتے تھے جبکہ اس قبیلہ کے افراد (اسے کسر شان سمجھتے ہوئے) دیگر علاقوں میں منتشر ہوگئے۔ چنانچہ نعمان بن ذرعہ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ بنوتغلب عرب ہیں جزیہ کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس نقد مال وزر نہیں ہے بلکہ زمینیں اور مویشی ہیں۔ اپنے دشمن کو زک پہنچانے اور تباہ کرنے میں یہ شہرت رکھتے ہیں۔ آپ انہیں منتشر کرکے ان کے ذریعہ دشمنوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقعہ فراہم نہ کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس بات پر صلح کرلی کہ ان سے دگنا صدقے کے برابر لیا جائے گا(44)۔

حضرت عمرؓ کے فیصلے سے معلوم ہوا کہ ''وھم صاغرون'' کا وہ مفہوم جو جو ذلت کے معنوں میں لیا جاتا ہے درست نہیں وگرنہ حضرت عمرؓ، بنوتغلب کے جزیہ کی شکل کبھی تبدیل نہ کرتے۔ آپؓ نے اُن پر لاگو جزیہ کی شکل صرف اس وجہ سے تبدیل کی کہ بنوتغلب اس طریقے کو شان کے خلاف سمجھتے تھے اور اپنی بے عزتی تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے اس مزاج کی رعایت کرتے ہوئے جزیہ کی یہ شکل تبدیل کردی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس جزیہ کی مد میں کثرت سے مال آیا جس سے آپ کو شبہ ہوا کہ وصولی کرنے

والوں نے کہیں زیادتی نہ کی ہو چنانچہ آپؓ نے محصل سے استفسار فرمایا تو محصل کی طرف سے جواب ملا کہ اللہ کی قسم ہم نے ان کی سہولت اور خوشدلی کے ساتھ یہ سب کچھ وصول کیا ہے، آپؓ نے مزید سوال کیا کہ ''بغیر کوڑے مارے اور بغیر لٹکائے؟'' محصل نے جواب دیا، ''جی ہاں'' اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا! ''الحمدللہ'' جس نے مجھے اور میرے دورِ حکومت کو رعایا پر مظالم وتشدد سے محفوظ رکھا(45)۔ ایک مرتبہ آپؓ نے خراج کی وصولی میں کچھ وقت کی سہولت ورعایت دینے پر خوشی کا اظہار فرمایا(46)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو خراج کی وصولی میں یہ ہدایات فرمائیں کہ:

> ''دیکھو! خراج وصول کرنے کے لئے نہ تو ان کا گدھا فروخت کرنا اور نہ گائے، بیل، ان کی گرمی وسردی کی پوشاک بھی فروخت نہ کرنا، اس سے نرمی برتنا اور حتی الامکان ان کی سہولت مدنظر رکھنا'' (47)۔

جزیہ کی وصولی میں نرمی وتخفیف کے مذکورہ دلائل ذکر کرنے کے بعد ابوعبید لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو آپ ﷺ کی سنت سے تقویت پہنچتی ہے جس میں آپ ﷺ نے اہل یمن کو لکھا تھا کہ ''ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کے مساوی قیمت کی یمنی چادریں لی جائیں'' یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے نقد دینار کے عوض کپڑے لے لئے تھے۔ یہ سب کچھ ذمیوں کو سہولت اور آسانی پہنچانے کے لئے کیا گیا تھا(48)۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دمشق فتح کیا تو اہل دمشق کے ساتھ جزیہ پر معاہدہ فرمایا اور لکھا کہ:

> ''اگر وہ جزیہ ادا کریں تو ان کے جان و مال اور عبادت گاہیں اور شہر، اللہ اور اس کے رسول اور خلفاء ومومنین کے ذمہ میں ہوں گے اور ان کے ساتھ سوائے خیر وبھلائی کے کوئی اور معاملہ نہیں کیا جائے'' (49)۔

> ''ایک مرتبہ حضرت عروہ بن زبیر نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ جزیہ کی ادائیگی میں دھوپ پر کھڑے کئے گئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو عذاب دیں گے جو دُنیا میں لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں'' (50)۔

اہل جزیہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان مذکورہ نظائر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آیت جزیہ سے مراد قطعاً یہ نہیں کہ اہل جزیہ کو ذلیل کیا جائے یا ان کو تکلیف پہنچا کر جزیہ وصول کیا جائے۔

اسلام نے اہل جزیہ کے ساتھ نہایت درجہ کا سلوک واحسان کیا ہے۔مخالفین عقیدہ سے ایک معمولی اور جائز رقم لے کر ان کو نہ صرف جان کی امان فراہم کرنا بلکہ انہیں اپنی ریاست کے شہری کے جملہ حقوق عطا کرنے کی مثال دنیا کی کسی قوم و مذہب کے ہاں نہیں ملتی۔اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ انہیں ریاستی دفاع سے بھی مستثنیٰ رکھا گیا ہے اور ان کی حفاظت کے لئے خود اپنے (مسلمانوں کے) جان و مال کو خطرے میں ڈال دیا۔اس کا اندازہ آپ ﷺ کے (اہل ذمہ کے ساتھ) کئی معاہدات و مکتوبات سے ہوتا ہے۔یہاں ہم مکتوب نبوی کا صرف ایک جملہ قارئین کی توجہ کے لیے ذکر کرتے ہیں جو کہ آل ذی مرحب کے لئے آپ ﷺ نے لکھوایا تھا وہ یہ کہ

((وأن نصر آل ذی مرحب علی جماعة المسلمین))(51)۔

''آل ذی مرحب کے دُشمنوں کے خلاف ان کی مدد و نصرت مسلمانوں کے ذمہ واجب ہوگی''۔

چنانچہ علامہ قرافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فقد یؤدی الی اتلاف النفوس والأموال صونا لمقتضاه عن الضیاع انه لعظیم))(52)۔

''اس کی وجہ سے مسلمانوں کو جان و مال کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ عقد ذمہ کی ذمہ داریوں سے عہدبرا ہوسکیں بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے''۔

امام قرافی ابن حزم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''اس بات کی نظیر عالم انسانیت میں ماسوائے امت مسلمہ کے کہیں نہیں ملتی کہ ''اگر ذمیوں کا کوئی دُشمن انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے حملہ آور ہو جائے تو مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اسلحہ کے ساتھ ان کا دفاع کریں خواہ اس میں انہیں جانیں بھی قربان کرنا پڑیں تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیئے گئے ذمہ کو بچاسکیں''(53)۔

اہل جزیہ کے بارے میں یہ تصور کرنا ہرگز درست نہیں کہ انہیں رسوا کیا جائے یا جزیہ وصول کرتے ہوئے انہیں تکلیف میں مبتلا کیا جائے بلکہ حق تو یہ ہے کہ دُشمن سے ان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انہیں ہر قسم کی چھوٹی بڑی تکلیف سے بھی بچایا جائے حتی کہ ان کی غیبت کر کے بھی انہیں تکلیف اور دکھ میں مبتلا نہ کیا جائے۔علامہ قرافی کی رائے یہ ہے کہ:

((ان عقد الذمة یوجب حقوقا علینا لهم لأنهم فی جوارنا وفی وذمة اللّٰه تعالی ، وذمة رسول اللّٰه ﷺ ، ودین الاسلام ، فمن اعتدی علیهم ولو بكلمة سوء أو غیبة فی عرض أحدهم أو نوع من أنواع الأذیة أو اعان علی ذلك فقد ضیع ذمة اللّٰه وذمة رسوله ﷺ وذمة دین الاسلام))(54)۔

’’معاہدۂ ذمہ کی وجہ سے ہم پر ان (غیر مسلم اہل جزیہ) کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں اس لیے کہ اس عقد سے وہ ہمارے جوار وامان میں آ جاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کے ذمہ میں داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ جو آدمی ان (اہل جزیہ) پر ظلم وزیادتی کرے اگرچہ یہ برے انداز تخاطب یا غیبت کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو تو گویا اُس نے اللہ اور اس کے رسول اور دین اسلام کے ذمہ کو ضائع کر دیا‘‘۔

حواشی وتعلیقات

(1) التوبہ:29

(2) التوبہ:32

(3) التوبہ:36

(4) النحل:125، غیر مسلم مستشرقین کی طرف سے جزیہ کے حوالہ سے کئے گئے اشکال واعتراضات کے لیے ملاحظہ ہوں۔
A.S. tritton, Islam: Belief and Practices. P. 117, Majid Khuduri, International Law: treties in law in the middle east, P362, 363.

(5) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، مادہ ''جزی'' 145/14

(6) ابن المطرز، ابو الفتح ناصر الدین، المغرب فی ترتیب المعرب:143/1

(7) الماوردی، علی بن محمد بن حبیب، الأحکام السلطانیۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1999ء ص:251، نیز ملاحظہ ہو، ابو یعلیٰ۔ محمد بن الحسین الفراء۔ الأحکام السلطانیہ، مطبعہ البابی الحلبی قاہرہ:1357ھ ص:137

(8) ابن قدامۃ، أبی محمد عبداللہ بن أحمد، المغنی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض:495/8 ''﴿لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾البقرۃ:48)

(9) متی:24/7

(10) یشوع:10/16 مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو، متی:27/17، 9/9

(11) ملاحظہ ہو ڈینئل سی ڈینٹ جونیر کی کتاب کا ترجمہ ''جزیہ اور اسلام'' مترجم مولانا غلام رسول مہر، طبع، شیخ غلام علی پبلشرز، لاہور 1962ء ص:95

(12) جزیہ اور اسلام، ص:78,106 (حاشیہ)

(13) التوبہ:29

(14) (امام ابوعبید نے کتاب الأموال فقرہ نمبر 93 تا 99 میں جزیہ سے متعلق اس حکم کی تمام روایات کو جمع کیا ہے)

(15) الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار المطبعۃ العثمانیۃ المصریۃ:61/8، ابن قدامۃ:507/8

(16) القرطبی، شمس الدین، الجامع لاحکام القرآن:72/8

(17) التوبہ:29

(18) الزمخشری، جاراللہ، ابوالقاسم محمود، الکشاف 413/2، الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان، دار المعرفۃ بیروت:109/10

(19) فارسی میں بھی بعض مفسرین نے ''عن ید'' کو بمعنی دسترس وتوانگری کے لیا ہے ملاحظہ ہو امیر علی کی تفسیر مواہب الرحمان 297/2:، ابن القیم اس حکم کو درست تسلیم کرتے ہیں لیکن آیت پر اطلاق کے حوالہ سے اس کو درست نہیں مانتے ملاحظہ ہو: احکام اهل الذمة ، دار العلم للملايين ، بیروت، 1983ء، ص:1/ 23۔ مذکورہ اقوال کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، طبع بیروت:3/ 420

(20) حسين بن محمد الدامغانى ، قاموس القرآن او اصلاح الوجوه والنظائر فى القرآن الكريم ، تحقيق ، عبد العزيز سيد ، دار العلم للملايين ، بيروت ، 281 .

(21) القمر:53۔

(22) الکہف:49۔

(23) یونس:61۔

(24) الانعام:124۔

(25) تفسیر الطبری،10/ 110، القرطبی، الجامع لاحکام القرآن:8/ 115، الکشاف:2/ 263، زاد الميسر:3/ 421

(26) البہوتی، منصور بن ادریس، كشاف القناع على متن الاقناع، مطبعة انصار السنة ، 1947ء : 1/ 704، احكام اهل الذمة:1/ 23۔

(27) احكام اهل الذمة:1/ 24۔

(28) تفسیر المراغی، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر:8/ 91، رشید رضا، تفسیر المنار، مطبعۃ المنار، قاہرہ، دار الفکر، بیروت:10/ 290

(29) فتح العزیز:16/ 116۔

(30) احكام اهل الذمة:1/ 23 .

(31) احكام اهل الذمة:1/ 24۔

(32) شرح السیر الکبیر:3/ 261۔

(33) الشافعی، محمد بن ادریس، الام، دار المعرفة ، بيروت: 2/ 176 ، المهذب :2/ 270، القرطبی:8/ 115

(34) کتاب الام للشافعی:2/ 176۔

(35) السرخسی، المبسوط:10/ 77۔

(36) کتاب الام للشافعی:2/ 176۔

(37) الممتحنۃ:8، ملاحظہ ہو آیت کے ذیل میں امام قرافی کی بحث، القرافی، أبو العباس أحمد بن ادریس، الفروق (مع ھوامش) تحقیق خلیل المنصور، دار الکتب العلمیۃ بیروت:3/ 29۔

(38) مریم:14،لفظ''بر'' کے قرآنی استعمالات کے لیے ملاحظہ ہوں آیات،البقرۃ:177,189,44،المائدہ:2،المجادلہ:9

(39) صحیح مسلم،حدیث نمبر(2553)۔

(40) الجامع الصغیر،2/473۔

(41) ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،السنن(موسوعة الكتب الستة ، دار الاسلام ، رياض، كتاب الخراج، باب فی تعشیر اهل الذمة،حدیث نمبر(3052)۔

(42) ابوعبید،کتاب الاموال:187،ابویوسف،کتاب الخراج،ص:72،الطبقات الکبریٰ لابن سعد 1/266،ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ،وثیقہ نمبر:94،رسول اللہﷺ کے اہل جزیہ کے ساتھ دیگر مکاتیب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مجموعۃ الوثائق السیاسۃ،وثیقہ نمبر109,61,57,32,30,19وغیرہ۔

(43) ابویوسف،یعقوب بن ابراہیم،الخراج،دارالمعرفۃ،بیروت،باب الفرق باهل الذمة:125

(44) یحیٰ بن آدم،الخراج،المکتبۃ العلمیہ لاہور،فقرہ نمبر206 تا208،ابویوسف،کتاب الخراج،ص:120

(45) ابوعبید،کتاب الاموال،فقرہ نمبر114۔

(46) ابوعبید،فقرہ نمبر:115۔

(47) ابوعبید،فقرہ نمبر:116۔

(48) ابوعبید،فقرہ نمبر:118۔

(49) البلاذری،أحمد بن یحییٰ،فتوح البلدان:128۔

(50) ابوداؤد،السنن،کتاب الخراج، باب فی تشدید فی جباية الجزية،حدیث نمبر(3045)۔

(51) ابن سعد،محمد،الطبقات الکبیر،طبع لیڈن،1905ء:2-1/21۔

نیز ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السياسية فی العهد النبوی والخلافة الراشده، دارالارشاد، بیروت، معاہدہ نمبر:113۔

(52) القرافی،الفروق:3/30۔

(53) الفروق:3/29۔

(54) الفروق:3/29۔